"آثار التنزیل" (از جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود)— علمی اہمیت اور اسلوب و منہج

(Signifcance and Methodology of the Book "Athar al Tanzil" by Dr. Khalild Mehmood)

حافظہ اِرم منیر*

حافظہ صبیحہ منیر**

Allama Khalid Mahmood is one of the remarkable names of Islamic Personalities. He is one of the senior scholars of Dar ul Uloom Ta'leemud - Din Dabhel. He served as justice of Supreme court of Pakistan (Shariat Appellate Bench).[1] He is also director of the Islamic Academy of Manchester UK.[2] He is the patron of many Islamic organizations and research foundations. He is also known for his remarkable knowledge on fiqh issues and comparative religions such as Christianity,Judaism, Hinduism, and many others. He is an expert in many fields of Islamic knowledge, including Jurisprudence fiqh, hadith, Logic, debate, and many more. He also held a number of positions on the Shariah Boards of prestigious Islamic institutions, and is one of the most influential Islamic scholars outside Pakistan. He is author of many books. One of his important book is "Asar ut Tanzil".

علامہ ڈاکٹر خالد محمود مؤلف "آثار التنزیل" علمی دُنیا کی معروف شخصیت ہیں۔ تصنیف وتالیف اور درس وتدریس آپ کی زندگی کا مشغلہ رہا۔ آپ کا شمار دارالعلوم تعلیم الدین کے سینئر سکالرز میں ہوتا ہے۔ آپ سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعہ بینچ میں قاضی کے عہدہ پر منصفانہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ برطانیہ میں اسلامک اکیڈمی آف مانچسٹر کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ کئی اسلامک آرگنائزیشنز اور اسلامک فاؤنڈیشنز کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔ فقہ ومطالعہ ادیان اور دیگر علوم اسلامیہ مثلاً قرآن، حدیث، منطق، مناظرہ جیسے علوم پر بھی قابل قدر مہارت ان کی علمی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ صاحبِ کتاب مرے کالج سیالکوٹ میں درس وتدریس کے شعبہ سے منسلک رہے۔ جہاں مسلم طلباء کے احتجاج پر اسلامیات کو داخل نصاب کیا گیا۔ اس قدیم مسیحی ادارے میں 1950ء میں پہلی مرتبہ اسلام بطور ایک مضمون داخل ہوا۔ علامہ علاؤالدین صدیقیؒ[1] کی سربراہی میں پنجاب یونیورسٹی میں بننے والے نصاب کے زیر سایہ علامہ خالد محمود کو درس وتدریس کی یہ عظیم ذمہ داری

---

* سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

* پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور؛ لیکچرر (اسلامیات)، کنکورڈیا کالجز، جوہر ٹاؤن، لاہور۔

سونپی گئی جو بفضل خدا انھوں نے بخوبی نبھاتے ہوئے نوجوانان ملت کو معمار قوم بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

تصانیف

علامہ ڈاکٹر خالد محمود "آثار التنزیل" کے علاوہ پچاس سے زائد تصانیف لکھ چکے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

- خلفائے راشدین
- مطالعہ بریلویت
- آثار الحدیث
- آثار التشریع
- آثار الاحسان
- مقام حیات
- عبقات
- عقیدۃ الامت (ختم نبوت مطالعہ قادیانیت جلد اول)
- عقیدہ خیر الامم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام مطالعہ قادیانیت جلد دوم)

تعارفِ تصنیف

"آثار التنزیل" دو جلدوں میں منقسم کل چالیس عناوین علوم القرآن پر مشتمل کتاب ہے۔ جلد اول میں پچیس مضامین ہیں جبکہ جلد دوم میں پندرہ مضامین کو جامع انداز میں سمیٹا گیا ہے۔ دراصل یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کے ان لیکچرز کا مجموعہ ہے جو اُنھوں نے مرے کالج سیالکوٹ میں دوران تدریس تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کے لیے دیے۔ اسلامیات ایک اسپیشل مضمون ہونے کے باوجود یہ لیکچرز طلباء میں اس قدر پسند کیے گئے کہ یہ طے پایا گیا ان لیکچرز کو تدریسی اوقات تک محدود رکھنے کی بجائے خارجی اوقات میں بھی ان لیکچرز کا ہفتہ وار اہتمام کیا جائے۔ تاکہ جو طلباء اس سے باقاعدہ دوران تدریس استفادہ کرنے سے رہ گئے ہوں انہیں بھی مستفید ہونے کا بھرپور موقع مل سکے۔

یہ سلسلہ تعلیم و تعلم(1950ء تا 1951ء) تقریباً آٹھ ماہ جاری رہا، جس میں سوال و جواب کی نشستیں بھی شامل رہیں۔ ان لیکچرز کی جامعیت اور علمیت کی بنا پر بعض طلباء ساتھ ساتھ لیکچرز نوٹ کرتے رہے جو تسوید و تبییض اور ترامیم و اضافہ جات کے بعد مستقل ایک کتاب کی شکل اختیار کر گئے۔ "آثار التنزیل" انہی تحریری دستاویزات کی کتابی شکل ہے۔

بعد ازاں علامہ خالد محمود صاحب 1966ء میں انگلینڈ چلے گئے جہاں انھوں نے 1974ء میں اسلامک اکیڈمی آف مانچسٹر کے نام سے ایک تعلیمی و تصنیفی ادارہ کا قیام کیا۔ ادارہ ہذا کے تحت صاحب کتاب نے اس کے جدید ایڈیشن کے لیے محنت شاقہ سے کام لیتے ہوئے نظر ثانی فرما کر اس کام کو جلا بخشی۔ "آثار التنزیل" کی موجودہ شکل اسی ادارے کی عمدہ کاوش ہے۔[2]

طباعت و اشاعت

1950ء تا 1951ء میں آٹھ ماہ کے لیکچرز کے خلاصہ کے طور پر یہ کتاب مختصر انداز میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی لیکن اس کتاب کی ابتداء کب ہوئی؟ اور کس نے سب سے پہلے شائع کی؟ اس کے بارے میں علامہ صاحب نے واضح طور پر کچھ نہیں لکھا۔ اب تک اس کتاب کے پانچ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ خالد محمود خود لکھتے ہیں:

"پہلے چار ایڈیشنوں تک نسخ فی القرآن، صرف القرآن، علوم القرآن اور ربط آیات کے عناوین شامل نہ تھے۔ احقر ہر دفعہ ارادہ کرتا رہا کہ اس ایڈیشن میں انھیں جلد لایا جائے۔ تاہم راقم الحروف کو فرصت میسر نہ آسکی۔ جو اس کام کی متقاضی تھی۔ ہر کام اپنے ایک وقت کا رہین ہے اور وہ گھڑی یہ تھی کہ چالیس سال کے بعد "آثار التنزیل" اپنی مکمل صورت ابواب بندی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی۔"[3]

مقصدِ تالیف

قرآن کریم جس طرح اسلام کا اولین مصدر و منبع علم ہے۔ طلبہ کا اس میں انہماک و ادراک بڑھانے کے پیش نظر مؤلف نے مدارس عربیہ، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کو مختلف راہوں سے قرآن کریم کے چشمہ صافی کے گرد لا بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ علوم قرآن کے مطالعہ سے طلبہ

میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہو، ان میں قرآنی علوم کی طلب پروان چڑھے اور وہ مستند تفاسیر سے استفادہ کر سکیں۔

مقدمہ کتاب ہذا میں ڈاکٹر صاحب اس کتاب کے مقصد تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آثار التنزیل" میں طلبہ کو قرآن کے داخلی اور خارجی مباحث میں اتنا مواد ملے گا کہ ان مباحث میں وہ پھر کوئی تشنگی محسوس نہ کریں گے۔ بشرطیکہ اسے وہ ایک طالبعلمانہ نظر سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔ ایک ترتیب سے چلیں اور پورے موضوع کا مطالعہ کریں۔

اُسلوبِ بیاں

قرآن وسنت سے استدلال

علامہ صاحب قرآن سننے کے آداب کے زُمرے میں لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ پر جب حضرت جبریلؑ امین وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ اسے جلدی لینے اور یاد رکھنے کے لیے ساتھ ساتھ خود بھی پڑھتے جاتے۔ اس پر ارشاد ہوا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ-[4]

آپ اپنی زبان کو حرکت تک نہ دیں۔ اس قرآن کا جمع کرنا اور پھر آپ کی زبان سے اسے پڑھا دینا۔ یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن پاک کی تعظیم و تکریم یہ ہے کہ جب پڑھا جا رہا ہو تو سننے والے اپنی زبان تک نہ ہلائیں ہمہ تن گوش اور پوری طرح خاموش رہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ-[5]

اور جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اس کی طرف کان دھرو اور بالکل چپ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

جنات بھی قرآن کریم کو سن کر پکار اُٹھے تھے کہ سننے والو! خاموش رہو۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ-[6]

اور جب ہم نے جنوں کا ایک گروہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ کیا اور وہ قرآن سننے لگے تھے تو وہ بھی (اپنے ساتھیوں کو) کہہ اُٹھے کہ چپ رہو اور خاموش رہو۔ پھر جب قرآن کا پڑھا جانا ختم ہوا تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تا کہ انہیں ڈرائیں۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سے انتہائی جامع انداز میں استدلال فرماتے ہیں:

قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ کی کثرت بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ موقع بموقع فرامین نبوی ﷺ سے اپنی تحریر کو مزین کرتے ہیں۔ مثلاً نسخ القرآن کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

"احادیث میں بھی اس طرح بعض احکام کے منسوخ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها-[7]

میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے روکتا تھا اب یہ نہی نہیں رہی، تم جاسکتے ہو۔"[8]

حافظِ قرآن کی فضیلت میں نقل کرتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

الا ادلكم على الخلفاء منى ومن اصحابى ومن الانبياء من قبلى؟ هم حملة القرآن والاحاديث عنى وعنهم فى الله ولله-[9]

کیا میں تمہیں اپنے اور صحابہؓ کے اور پہلے انبیاء کے جانشینوں کا پتہ نہ دوں؟ وہ قرآن پاک کو اٹھانے والے اور احادیث کو اٹھانے والے ہیں اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا میں۔[10]

سیرت طیبہ سے صداقت قرآن کا اثبات

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے کئی واقعات میں صداقتِ قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ ﷺ جب قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے یا نماز میں قرأت فرماتے تو اس کلام کا اثر اپنے اوپر محسوس فرماتے جو اس امر کی علامت ہے کہ آپ ﷺ پر یہ کلام نازل شدہ ہے نہ کہ خود ساختہ۔ مؤلف جلد اول میں رقمطراز ہیں کہ: اپنے ترتیب دیے ہوئے کلام کا اپنے اوپر کبھی کوئی حسی اثر نہیں ہوتا۔

آنحضرت ﷺ نماز میں جب قرآن پڑھتے تو آپ پر خود اس کلام کا وہ اثر ہوتا کہ دیکھنے والے ایک لمحہ کے لیے اس تصور کو راہ نہ دے سکتے تھے کہ یہ کلام آپ کا اپنا بنایا ہوا ہو گا۔ آپ نے ایک پوری کی پوری رات ایک آیت بار بار پڑھتے گزار دی۔

ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔[11]

آثارِ صحابہ و اقوالِ تابعین سے استدلال

آثار صحابہ اور تابعین سے استدلال فرماتے ہوئے قرآن حکیم کے مطالب و معانی کا ابہام دور فرماتے ہیں مثلاً جلد اول صفحہ 277 پر نقل کرتے ہیں:

"حضرت ابن عباسؓ سورۃ کہف کی آیت" یاخذ کل سفینۃ غصبا کو یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا" پڑھتے تھے۔

یہ قرأت خبر واحد سے منقول ہے اس لیے اسے قرآن نہیں تفسیری جملہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں مجھے آنحضرت ﷺ نے سورۃ ذاریات کی آیت "ان اللہ ھو الرازق ذو القوۃ المتین" یوں پڑھائی۔ "الی انا الرازق ذو القوۃ المتین"

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کی سند قوی ہے۔[12]

علماء کرام کے کلام سے اقتباس کا التزام

علامہ صاحب اپنے مؤقف کی تائید میں علمائے کرام کے کلام سے اقتباس بھی لیتے ہیں مثلاً:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی(1297ھ) فرماتے ہیں:

> زمین سے لے کر آسمان تک جس چیز پر سوائے انسان کے نظر پڑتی ہے وہ انسان کے لیے کار آمد نظر آتی ہے پر انسان ان میں سے کسی کے کام نہیں آتا دیکھیے زمین، پانی، ہوا، آگ، چاند، سورج، ستارے اگر نہ ہوں تو ہمارا جینا محال یا دشوار ہو جائے اور ہم نہ ہوں تو اشیائے مذکورہ میں سے کسی کا کچھ نقصان نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس درخت، جانور وغیرہ مخلوقات اگر نہ ہوتے تو ہمارا کچھ نہ کچھ حرج ضرور ہوتا کیونکہ کچھ نہیں تو یہ اشیاء کبھی کسی مرض ہی کی دوا ہو جاتے ہیں پر ہم دیکھیے

کہ ہم ان کے حق میں کسی مرض کی دوا نہیں مگر جب ہم مخلوقات میں سے کسی
کے نہیں تو بالضرور اپنے خالق کے کام کے ہوں گے۔[13]

فتاویٰ فقہاء سے استدلال

آپؒ اپنی بات کی تائید میں صرف فقہاء کرام کے فتاویٰ دینے پر اکتفا کرتے مثلاً "عربی سیکھنا تمام قوموں پر فرض ہے" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ فرض علیٰ جمیع الامم تعلم اللسان العربی بالتبع لمخاطبتھم بالقران والتعبدبہ۔[14]

اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں پر عربی سیکھنا فرض قرار دیا ہے ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو قرآن میں مخاطب کیا ہے کیا ہے اور دوسرے اس لیے بھی کہ اسلام میں یہ عبادت کی اساس ہے۔

اس پر شارح لکھتے ہیں:

ولم ینکر ذالک علیہ احد من علماء الاسلام لانہ امر مجمع علیہ وان اھملہ الاعاجم بعد ضعف الدین والعلم۔

امام شافعیؒ کے اس فتویٰ کا علمائے اسلام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے اگرچہ بعض عجمی اسے اپنی ذہنی اور علمی کمزوریوں کی وجہ سے اہمیت نہیں دیتے رہے۔

عام بعض المرتدین من اعاجم ھذا العصر یدعون الی ترجمۃ القرآن وانما مرادھم التوسل بذلک الی سھیل الردۃ علی قومھم ونبذ القرآن المنزل من عند اللہ ورائہ ظھرھم۔[15]

اس زمانہ کے بعض عجمی مرتدین اس بات کے پیچھے لگے ہیں کہ لوگوں کو ترجمہ قرآن پر لگا دیں اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین حق سے ہٹانے میں انہیں اس سے کچھ مدد ملے۔[16]

کتبِ سماویہ سے استدلال

قرآن حکیم کی صداقت اور رسالت محمدی ﷺ کی صداقت کا استدلال بذریعہ کتب سماویہ کرتے ہیں۔

موجودہ بائبل جس شکل میں بھی ہے اس میں بھی حضور ﷺ کی رسالت کے یہ جلی نقوش جلی طور پر ملتے ہیں

> دیکھو! میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے میں نے اس پر اپنی روح ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا وہ راستی سے عدالت کرے گا اور ماندہ نہ ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔
>
> اندھوں کی آنکھ کھولے گا اور اسیروں کو قید سے چھڑائے گا اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑائے گا۔
>
> اے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو! اے جزیروں اور ان کے باشندو خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں میں اپنی آوازیں بلند کریں سلع کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں وہ خدا کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناخوانی کریں۔[17]
>
> اس پیشگوئی میں یہ امور ملحوظ رکھیں۔

1۔ قیدار کا لفظ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام ہے۔[18]

اب آپ خود فیصلہ کریں قیدار کے آباد گاؤں شام میں ہو سکتے ہیں یا عرب میں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مسکن بنا تھا۔

2۔ سلع بھی مدینہ منورہ میں ایک معروف پہاڑ کا نام ہے۔

3۔عدالت کو پوری زمین پر قائم کرنا وہ تصور خلافت ہے جو اسلام نے دیا ہے۔

یہ ایک بین الاقوامی نبوت کی خبر ہے سمندروں پر سے گزرنا اور جزیروں کو آواز دینا کسی ایسے نبی کا کام نہیں ہو سکتا جو کسی ایک قوم یا کسی ایک نسل کے لیے بھیجا گیا ہو۔

پرانا عہد نامہ آنحضرت ﷺ کی بین الاقوامی نبوت کی اور عرب کے صحرا زاروں کی، بنو قیدار کی بستیوں کی، سلع پہاڑی کی روئے زمین کی عدالتوں کی اور بستے جزیروں کی خبر دیتا ہے اور قرآن بتاتا ہے کہ قوموں کے بوجھ حضور خاتم النبیین ﷺ نے ہلکے کیے اور غلامی کے طوق اُن کے گلوں سے آپ نے اتارے ایک بین الاقوامی دعوت دی اور تاریخ نے اس کی حرف بحرف تصدیق کی۔ کیا یہ قرآن کریم کی صداقت کے کھلے نشانات نہیں ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ پہلی قوموں کی روسے صداقت قرآن اور صدقِ رسالت کی خبریں ہیں۔ لیکن کن کے لیے؟ جن کا دل ہو اور وہ ادھر کان لگا دے اور وہ خود اس پر گواہ ہو۔[19]

عقلی و منطقی دلائل

علم الٰہی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ذاتی اور عطائی کے فرق سے بھی، خالق اور مخلوق کے علم میں کہیں برابری نہیں ہو سکتی۔ خدا کی سی وسعت علمی اگر حضرت خاتم النبیین ﷺ میں بھی مانی جائے تو یہ شبہ جھٹ کھٹکے گا کہ شاید قرآن کریم آپ کی اپنی تالیف ہو (معاذ اللہ) پھر اس کا آفاقی پیرایہ بیان کبھی اس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل نہ بن سکے گا۔ اللہ رب العزت کی وسعت علمی اس ایک کے سوا کسی میں نہیں۔ وہی ہے جو دماغ کے وسوسوں اور دلوں کی دھڑکنوں کو بغیر اس کے کہ ان کا کوئی اظہار کرے اندر سے جانتا اور پہچانتا ہے اب کتاب پاک میں جو بھی غیبی خبر ملے گی وہ اس کے کتاب الٰہی ہونے کی دلیل ہو گی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا کہیں یہ دعویٰ نہ تھا کہ میں غیب جانتا ہوں اس کے برعکس آپ اس اعلان کے مکلف ٹھہرائے گئے۔

> قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔[20]
>
> آپ اعلان کر دیں کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ غیب نہیں جانتا ماسوائے اللہ کے اور وہ نہیں جانتا کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔[21]

تقابلی اندازِ استدلال

خصوصیات القرآن کے موضوع کے تحت قرآن حکیم کی ذاتی دس خصوصیات بیان کرنے کے بعد سولہ تقابلی خصوصیات بھی بیان کیں۔

"اللہ تعالیٰ کی ذات باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور انسان فانی اور ہر دم تغیر پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی اور مالک و مختار ہے اور انسان ہمہ تن محتاج وہ ذات قدیم ہے اور یہ حادث۔۔۔ اب باقی وفانی میں جوڑ لگے تو کیسے؟ غنی و محتاج میں ربط آئے تو کیسے۔۔۔ دیوار بھی اشتہار کو قبول نہیں کرتی جب تک درمیان میں کوئی چیز اسے جوڑنے والی نہ ہو حالانکہ دونوں جسمانی چیزیں ہیں اور دونوں ٹھوس ہیں۔ باقی وفانی اور غنی و محتاج میں تو نسبت تباین ہے اس خلیج کو کون پاٹ سکتا ہے؟ اللہ رب العزت نے خود اس کا انتظام فرمایا ہے۔ اپنے بندے پر اپنا کلام اتارا۔ اس کے منہ میں اپنا بول ڈالا۔۔۔ وہ قرآن ہے جو مخلوق کو خالق سے جوڑ سکتا ہے اور انسانوں کو خدا سے ملاتا ہے اور اسے اس سے ملنے کی خبر دیتا ہے۔ باقی و فانی میں یہی ایک جوڑ ہے۔"[22]

اسی طرح دیگر خصوصیات بیان کی ہیں۔

عربی و فارسی اشعار کا استعمال

فارسی و عربی اشعار کے ذریعے کلام میں حسن پیدا کیا گیا ہے۔ صداقت القرآن کے موضوع میں قرآن کی عظمت عالمِ اسلام دُنیا پر واضح کرتے ہوئے فارسی اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً

ہر ملک ملکِ ما است

کہ ملک خدائے ما است[23]

دورِ جاہلیت کا ذکر کرتے ہوئے عربی اشعار کا استعمال کرتے ہیں مثلاً

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکین

معاشرت اس قدر تباہ تھی کہ کئی لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے۔ عورت کا معاشرے میں کوئی مقام نہ تھا نہ وہ اپنے باپ کی کسی صورت میں وارث ہو سکتی تھی نہ خاوند کی۔ اسے ہمیشہ دوسرے درجہ کا شہری سمجھا جاتا تھا۔ بس ایک زبان تھی جس پر انہیں ناز تھا۔ اپنے سوا باقی ساری دنیا کو

وہ عجمی کہتے تھے۔ شعر ان کا فکری شعور تھا اور حافظہ ان کا بلا کا ہوتا تھا۔ شراب ان کا نشہ تھا اور اسی حالت میں وہ دھت رہتے تھے۔[24]

منکرین قرآن کے شبہات کا ازالہ

کسی بھی عنوان کے تحت اگر مخالفین اور منکرین کے شبہات ہوں تو انھیں ذکر کر کے رد بھی کرتے ہیں مثلاً اعجاز القرآن کی بحث میں لکھتے ہیں:

نامناسب نہ ہو گا کہ اگر ہم یہاں وہ چند شبہے بھی نقل کر دیں۔ جو مخالفینِ اسلام اس موقع پر پیش کرتے ہیں: بلغائے عرب اور فصحائے ادب ایسا کلام بنانے پر قادر تھے لیکن انھوں نے اس کی ضرورت نہ سمجھی اور اس چیلنج کو کوئی اہمیت نہ دی۔

جواب: اتنی بڑی تحریک کہ پورا ملک اس کی سیاسی لپیٹ میں آ رہا ہو اسے اہمیت نہ دیتا اور اس کا توڑ نہ کرنا شعر و ادب کی اس آماجگاہ میں جو عربوں میں ان دنوں قائم تھی ہر گز لائق پذیرائی نہیں سو یہ شبہ بالکل بے وزن ہے۔[25]

اندازِ بیاں تقریری (سوالاً جواباً)

مؤلف کا انداز چونکہ تقریری ہے اس لیے بعض اوقات سوال و جواب کی شکل میں بھی اہم نکات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں:

سوال: عالموں کے کئی درجے ہیں۔ " یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ"[26] سو کس درجے کے عالموں کے فیصلے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

جواب: وہ راسخون فی العلم ہوں جن کے قول کو اللہ تعالیٰ نے سراہا ہے۔

"وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا"[27]

امت میں پیروی صرف مجتہدین کی ہو سکتی ہے۔ ہر عام عالم اس درجے میں نہیں کہ قرآن کریم کا لفظ الا العالمون اس پر صادق آ سکے۔[28]

اسی طرح مزید رقمطراز ہیں:

سوال: قرآن پاک پر عمل کرتے ہوئے کیا پیغمبر اسلام کی پیروی کافی نہیں۔ قل ھٰذہ سبیلی میں تو صرف حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی راہ پر چلنا بتایا گیا ہے۔ کیا سبیل رسول کے ساتھ کسی اور سبیل کی پیروی بھی ضروری ہے؟

جواب: ہاں! قرآن پاک میں سبیل رسول کے ساتھ اس دور اول کے مومنین (صحابہ) کو بھی واجب الاتباع ٹھہرایا گیا ہے اور سبیل رسول کے ساتھ سبیل المؤمنین کی پیروی کو بھی اسلام کی راہ عمل کہا گیا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔[29]

"اور جو مخالفت کرے اللہ کے رسول کی بعد اس کے کہ ہدایت اس کے سامنے کھل چکی اور وہ سبیل مومنین کے خلاف چلے ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم رسید کریں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔"

اس سے پتہ چلا کہ سبیل رسول کے ساتھ سبیل مومنین کی پیروی بھی ضروری ہے اور اسی سے قرآنی تعلیمات کا عملی نقشہ قائم ہوتا ہے اور مومنین ایک امت بنتے ہیں۔[30]

خلاصہ بحث

"آثار التنزیل" علوم القرآن کے مضامین کو اپنے اندر یوں سمیٹے ہوئے ہیں کہ قرآن کے علوم کا کوئی گوشہ اس سے خالی نظر نہیں آتا۔ بڑے سے بڑا موضوع اور چھوٹے سے چھوٹا نکتہ بھی مصنف کے زیر نظر رہا اور اسے قارئین کو سمجھانے میں مکمل جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا گیا۔ قرآن کی صداقت، خصوصیات، سمجھ و ادراک میں عقل کا درجہ اور اس طرح کے مزید موضوعات جن کی تعداد چالیس تک ہے ان پر محیط یہ تصنیف توجہ، غور و خوض اور بار بار کے مطالعہ کی متقضی ہے۔ ابواب بندی کے لیے آسان اور سادہ انداز بیان ہے۔ اختلافی مسائل میں مصنف نے حقائق کی بجائے طلبہ کے عام مزاج کو سامنے رکھا ہے۔ تاکہ ہر مکتب فکر کا طالب علم اس کتاب سے برابر کا فائدہ اُٹھا سکے۔ علامہ صاحب کی یہ تصنیف ایک علمی کاوش اور شائقین علوم القرآن کے لیے مفید سرمایہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔علامہ علاوالدین صدیقی (مرحوم)، جامعہ پنجاب لاہور کے وائس چانسلر اور شعبہ علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور کے چیئرمین بھی رہے ہیں۔

[2]۔خالد محمود، ڈاکٹر، علامہ، جسٹس، آثار التنزیل، دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، س۔ن، 24/1 (مقدمہ)

[3]۔ایضاً

[4]۔القیامۃ، 75: 16تا17

[5]۔الاعراف، 7: 204

[6]۔الاحقاف، 46: 29

[7]۔مشکوٰۃ، ص: 154

[8]۔آثار التنزیل، 341/1

[9]۔کنز العمال، 151/1

[10]۔آثار التنزیل، 335/1

[11]۔آثار التنزیل، 78/1

[12]۔تذکرۃ الحفاظ (اردو)، 297/1؛ بحوالہ آثار التنزیل، 277/1

[13]۔حجۃ الاسلام ص4 طبع دہلی؛ بحوالہ علامہ خالد محمود، آثار التنزیل، 38/1۔39

[14]۔المغنی مع الشرح الکبیر جلد1 ص530؛ بحوالہ آثار التنزیل، 153/1

[15]۔حاشیہ المغنی جلد1 ص530؛ بحوالہ آثار التنزیل، 153/1

[16]۔آثار التنزیل، 1/ 153۔154

[17]۔بائبل، یسعیاہ باب 42 ورس10

[18]۔پرانا عہد نامہ تواریخ 1۔3

[19]۔آثار التنزیل، 1/ 87۔87

[20]۔النمل، 27: 65

[21]۔آثار التنزیل، 1/ 68۔69

[22]۔آثار التنزیل، 52/1

[23]۔آثار التنزیل، 87/1

[24]۔آثار التنزیل، 84/1

[25]۔آثار التنزیل، 98/1

[26]۔المجادلہ، 58: 11

[27]۔آل عمران، 3: 7

[28]۔آثار التنزیل، 1/ 47

[29]۔النساء، 4: 115

[30]۔آثار التنزیل، 1 49

****